

مقالات

تقریب تعارف فتاوی رضویہ (جدید ایڈیشن)



رضا فاؤنڈیشن لاہور جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ

رضا فاؤنڈیشن لاہور کے تحت فتاویٰ رضویہ (کتاب الطہارت) کا جدید ایڈیشن چار جلدوں میں شائع ہونے پر مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل لاہور میں ایک پروقار تعارفی تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں ملک کے نامور اہل علم و فضل حضرات نے شمولیت فرمائی جس میں استقبالیہ کے علاوہ سات محققین نے مقالات پڑھے جن میں سے پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء، صدر شعبہ ریاضی گورنمنٹ کالج فیصل آباد کا مقالہ "فتاویٰ رضویہ میں علم ریاضی و ہیأت کا استعمال" مبسوط ہونے کی بنا پر الگ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس تقریب میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض علامہ محمد صدیق ہزاروی نے انجام دیے۔ (ادارہ)

○

فہرست

۳	استقبالیہ	مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری
۹	مقالہ	پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۱۹	✓	ڈاکٹر رشید احمد جالندھری
۲۷	✓	مولانا قاضی عبدالقائم دایم
۳۹	✓	پروفیسر شہناز اللہ بھٹی
۴۳	✓	پروفیسر محمد اسحاق بھٹی
۴۷	✓	صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی

○

استقبالیہ



نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ
و اصحابہ اجمعین

باب صدر گرامی قدر! مہمانان گرامی و معزز سامعین و حاضرین!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہ فقیر آپ کو رضا فاؤنڈیشن، لاہور کے اراکین کی طرف سے فتاویٰ رضویہ کی
پیدا شاعت کی تعارفی تقریب میں تشریف آوری پر خوش آمدید کہتا ہے۔
أَهْلًا وَسَهْلًا وَمَرْحَبًا

حضرات گرامی! یہ حقیقت واقعہ آپ سے مخفی نہیں کہ سرزمین پاک و ہند وہ
مزمزم خطہ ہے جہاں سے ہر علم و فن کے عظیم رجال پیدا ہوئے جن پر ہم بجا طور پر
فخر کرتے ہیں۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں سے کشور علم و عرفان کے وہ تاجدار پیدا ہوئے
جن کے فیضان سے پوری دنیا نے اکتساب نور کیا۔

ایسی ہی ناورد روزگار شخصیت، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جن کی
علمی، تحقیقی اور فقہی یادگار "فتاویٰ رضویہ" کی جدید اشاعت کے تعارف کے سلسلے

میں ہم اس جگہ جمع ہوئے ہیں۔

پاک و ہند کے علمی اور دینی سرمائے میں فتاویٰ عالمگیری کے بعد فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں گرانقدر اضافہ ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری حکومت وقت کی سرپرستی میں تیار ہوا جبکہ فتاویٰ رضویہ کی تیاری میں کسی حکومت کی سرپرستی شامل نہ تھی۔ اول الذکر فتاویٰ بقیہ علماء کی ایک جماعت کی محنت کا ثمر تھا جبکہ مؤخر الذکر فتاویٰ فرد واحد کی کاوش کا نتیجہ۔ نیز عالمگیری صرف مسائل پر مشتمل ہے اور فتاویٰ رضویہ کے اکثر و بیشتر فتاویٰ دلائل و براہین کا انبار لئے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں قرآن و حدیث اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں جدید مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود ضرورت تھی کہ فتاویٰ رضویہ کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق مرتب کر کے شائع کیا جاتا، تاکہ اردو خواں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ سابقہ ایڈیشنوں میں ایک تو سا بڑا تھا، کسی جلد کا حجم زیادہ کسی کا کم، دوسری بات یہ تھی کہ حوالے اور علمی تحقیقات عربی میں تھیں جن کے ساتھ ترجمہ نہیں تھا، نیز پیرایہ بندی کا فقدان تھا۔ ان امور کی بنا پر قاری الجھن کا شکار ہو جاتا تھا۔

ایک عرصہ کی سوچ بچار کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی مدظلہ تاقلم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے مارچ ۱۹۸۸ء میں فیصلہ کیا کہ فتاویٰ رضویہ کی از سر نو اشاعت کا اہتمام کیا جائے اور باوجودیکہ ان کی نگرانی میں کسی شعبہ کام کر رہے ہیں، انھوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رضا فاؤنڈیشن کی داغ بیل ڈال دی، اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ فتاویٰ کی چار جلدیں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں، پانچویں جلد پریس میں ہے اور چھٹی جلد کی کتابت ہو رہی ہے۔ اب یہ برادران اہل سنت اور علمی تحقیقات کے قدردانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان علمی اور گرانمایہ جواہر کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔ یاد رہے کہ یہ چار جلدیں کتاب الطہارۃ کے مسائل پر

میں ہیں، پانچویں جلد کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہو رہی ہے، اور امید ہے کہ فتاویٰ میں پچیس جلدوں میں مکمل ہوگا ان شاء اللہ العزیز۔ بلاشبہ مفتی صاحب کا یہ کارنامہ دنیا تک یاد رکھا جائے گا اور انھیں اس کا اجر ملتا رہے گا۔

چلتے چلتے یہ بھی عرض کر دوں کہ فتاویٰ کی نئی اشاعت کے سلسلے میں ضیاء الاسلام پبلشرز کمپنی، لاہور اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ہماری سرپرستی فرمائی، مفید مشوروں سے نوازا اور حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا، ناسازی طبیعت کے باوجود جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اس اجلاس میں تشریف فرما ہیں۔ پیر صاحب شدید علالت کی بنا پر تشریف نہیں لاسکے، ان کی نمائندگی حضرت علامہ صاحبزادہ امین الحسنات مدبر اعلیٰ ماہنامہ ضیاء نے حرم کر رہے ہیں۔

حوالوں کی تخریج کا کام مولانا اظہار اللہ ہزاروی، مولانا محمد ہزاروی، مولانا محمد ظفر اللہ نیازی انجام دیتے رہے، ان دنوں مولانا نذیر احمد سعیدی اور مولانا سردار احمد حسن سعیدی دیدہ ریزی اور دماغ سوزی کے ساتھ یہ مرحلہ طے کر رہے ہیں، عربی عبارات کا ترجمہ مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد احمد مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)، علامہ قاضی عبد الدائم وائم (ہری پور)، مولانا مفتی محمد خاں قادری، مولانا محمد صدیق ہزاروی اور راقم الحروف نے انجام دیا۔ مولانا محمد عبدالستار سعیدی نے کتابت کی نگرانی کی اور فہرست تیار کی، محمد شریف گل خوشنویس نے بڑی دل لگی اور محنت سے کتابت کی، مولانا محمد منشا تابش قصوری اور مولانا محمد صدیق ہزاروی مفید مشورے دیتے رہے۔ اس طرح اتنے علماء کی اجتماعی کوششوں سے چار جلدیں منظر عام پر آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس کا عظیم کوپا یہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق

عطا فرمائے۔

موجودہ ایڈیشن میں آپ چند خصوصیات ملاحظہ فرمائیں گے :

- ۱۔ حواشی میں ماخذ کی جلد، صفحہ اور ایڈیشن کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔
- ۲۔ عربی عبارات کا ایک کالم میں اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔
- ۳۔ پیرابندی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۴۔ اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ سب سے درمیانہ ہو اور تمام جلدیں حجم میں تقریباً یکساں ہوں۔

۵۔ کتابت و طباعت معیاری، کاغذ بہترین اور جلد عمدہ ہو۔

اس اجلاس میں جو دانشور اور اصحاب علم مقالات پیش کریں گے وہ علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں، اس لئے ان کا تعارف کرانے کی بجائے صرف ان کے مقالات کے عنوانات پیش کرنے پر اکتفا کر دیں گے،

۱۔ قاضی عبداللہ دائم دآئم (ہری پور)

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ۔ علم و فن کا شہ پارہ۔ فکر و فن کا مر پارہ

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور

فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت

۳۔ میاں نذیر اختر جسٹس ہائی کورٹ، لاہور

امام احمد رضا بریلوی کے علمی اور تحقیقی کارناموں کو فرائع عقیدت (زبانی خطاب)

۴۔ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، لاہور

ترجمہ قرآن فقہ و کلام کی روشنی میں

۵۔ پروفیسر شمس الدین بھٹی

ریاضیاتی علوم میں امام احمد رضا بریلوی کے کارہائے نمایاں

پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیا، فیصل آباد

فتاویٰ رضویہ میں علم ریاضی اور ہیئت کا استعمال

۶۔ صاحبزادہ سید غوث رشید احمد گیلانی، لاہور

المحضرت فاضل بریلوی۔ اب ڈھونڈ انھیں چراغِ رخِ زیبائے کر

پروفیسر محمد اسحق بھٹی، لاہور

علم فقہ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی

اس تقریب کی صدارت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی

فرما رہے ہیں اور تحقیقات رضویہ کے مختص پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور ماہنامہ

ضیائے قلم کے مدیر جناب صاحبزادہ امین الحسنات مہمان خصوصی ہیں۔ میں اراکین

رضا فاؤنڈیشن اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی کی طرف سے تمام

حاضرین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری درخواست پر

اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ جل مجدہ العظیم کے خاص

فضل و کرم اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے اس مرحلے تک

پہنچا ہے اور ان شاء اللہ العزیز پایہ تکمیل تک بھی پہنچے گا۔ اور اس میں بھی شک

نہیں کہ یہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی بہت بڑی کرامت ہے۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تحقیقات کو تخریج و ترجمہ
اور جدید انداز پرائیڈٹ کر کے شائع کرنے کا عظیم منصوبہ

رضا فاؤنڈیشن

اس عظیم منصوبے کیلئے
عوام اور علماء و مشائخ سے عطیات چتہ اور قرض حسنہ
کی
اپیل

ذیرنگرافی

جامعہ نظامیہ ضرویہ، لاہور (۸)، پاکستان (۱۲۳۵۰)

امام احمد رضا بریلوی
پنجاب یونیورسٹی

فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت

اسلام میں فتویٰ نویسی ایک دینی فریضہ بھی ہے اور ایک مہتمم بالشان فن بھی،
ایک فریضہ جتنا نازک اور اہم ہے یہ فن اُسی قدر مشکل اور پیچیدہ ہے۔ کتاب اللہ
اور ائمہ کے منصب کی نسبت اللہ رب العزت سے بیان ہوئی ہے (قل اللہ
اعلم)۔ یہ بات بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ فتویٰ، افتاء اور مفتی کے الفاظ
ایک ہی نیت پر بھی جاری ہوتے، اسی طرح عہد نبوی کے ساتھ ساتھ خلفائے
راشدین کے عہد مبارک میں عطائے فتویٰ یا افتاء کا منصب بہت اہم اور اونچا
منصب تھا۔ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں فتویٰ نویسی یا افتاء اور مفتی کا
منصب ہمیشہ نہایت اہم اور بلند مقصور ہوتا رہا ہے۔ لیکن یہ سب باتیں ایک اہم
مرسوع اور دلچسپ مطالعہ سہی مگر ان سب باتوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تاہم
اس بات کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ گزشتہ بارہ
تیرہ صدیوں کے دوران میں بر عظیم پاکستان و ہندوستان کے علمائے کرام نے
فتویٰ نویسی کے میدان میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور منصب افتاء نے
ملت اسلامیہ کو جو رہنمائی مہیا کی ہے وہ جہاں قابل قدر ہے وہاں باعث فخر
بھی ہے۔

بر عظیم پاک و ہند ان اسلامی خطوں میں شامل رہا ہے جہاں امام اعظم
ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کا دور دورہ رہا، یہاں کے علمائے حنفیہ

نے فقہ اسلامی کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ سیرت نبوی کی طرح علوم شریعت
بھی اس خطے کے اہل علم کے نزدیک ایک مہتمم بالشان اور نہایت مرغوب موضوع رہا
یہاں کے علماء نے علوم فقہیہ یعنی فقہ، اصول فقہ اور فتاویٰ نویسی کے علاوہ شرعی علوم
کے دیگر بے شمار پہلوؤں کو اپنے مطالعہ و توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ عربی، فارسی، اردو
اور دیگر علاقائی زبانوں میں شرعی علوم کا اتنا وسیع ذخیرہ تیار کیا ہے جو ملت کا نہایت
قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا احاطہ کرنا کسی مؤرخ کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ بر عظیم
پاک و ہند کے اکابر احناف کے اس عظیم القدر علمی و فقہی سرمایہ فخر میں امام اہل سنت
حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ العطا یا النبویۃ
فی الفتاویٰ الرضویۃ جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور و متداول ہیں بلاشبہ
ایک منفرد اور قیمتی سرمایہ ہے۔

بر عظیم جنوبی ایشیا یا پاک و ہند کے علمائے اسلام نے فقہ اسلامی کے
فتاویٰ کا جو عظیم القدر ذخیرہ عربی زبان میں مرتب کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل
ہے اور اس میں تعدد و تنوع بھی ہے اور اس میں حسن و خوبی کے عناصر بھی موجود
ہیں۔ اسی طرح اسلامی ہند کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے باعث اس زبان
میں بھی لا تعداد چھوٹے بڑے فتاویٰ مرتب ہوئے جن میں سے بہت سے ابھی تک
زیور طباعت سے آراستہ بھی نہیں ہو سکے۔ یہی حال ان فتاویٰ کا بھی ہے جو اردو
عربی یا اردو فارسی کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بد قسمتی ہے اور
افسوسناک کوتاہی کہ ہم اپنے بزرگوں کی میراث کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ سب سے زیادہ
افسوس اہل دولت و ثروت مسلمانوں پر ہے جو اپنی دولت کا حقیر سا حصہ بھی
کارِ ثواب سمجھ کر ہی وقف کرنے سے قاصر ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ افسوس ان
اہل علم پر ہے جو ابتدائی قدم اٹھانے یا عملی تحریک کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ علم کو سنبھالنے

یہ ایسا اث کو محفوظ کرنے کا اصل کام آخر مسلمان علماء کا ہے۔ یہ حضرات نہ صرف
اس علمی ورثے کی نوک پلک درست کر کے مسلمان اہل دولت و ثروت کو سرمایہ
حیوانی کی تحریک بھی کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان علمی کاوشوں پر اضافے اور ترقی کا
کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی روشن مثال ہمارے دوست و کرم فرما
حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کی ہے۔ آپ بعض احباب کے مشورے
اور تعاون سے لاہور میں ”رضا فاؤنڈیشن“ جیسا عظیم ادارہ قائم کرنے کی سعادت
حاصل کر چکے ہیں جو فتاویٰ رضویہ کی طباعت و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔
یہ قیمتی قلب سے حضرت مولانا کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے
نما گو ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے،
ان شاء اللہ۔

”فتاویٰ رضویہ“ کی جو مجلدات رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہوئیں اور
میری نظر سے گزری ہیں ان میں صحت و حسن طباعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ
مولانا فاضل بریلوی کے فقہی افکار و معارف کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش
بھی کی گئی ہے۔ یہ کوشش یقیناً سعی مشكور کے ضمن میں آتی ہے اور ہم سب کی طرف
سے تحسین و تبریک کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی اور قدر دانی کی بھی مستحق ہے۔ یوں
تو اس کا ذخیرہ میں حضرت مولانا ہزاروی سے تعاون کرنے والوں اور ذمہ داری کا بوجھ
اٹھانے والوں میں بہت سے نیک نام ہیں مگر ان میں سے قیام رضا فاؤنڈیشن کے
محرک مولانا احمد شاربیک، علامہ سید شجاعت علی قادری مرحوم و مغفور، حضرت مولانا
عبدالحکیم شرف قادری، مولانا نذیر احمد سعیدی اور مولانا عبدالستار سعیدی کے نام
خصوصی تذکرے کے مستحق ہیں۔ ہمد و تعاون کا یہ سلسلہ جاری رہا تو امام احمد رضا بریلوی
کا یہ عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا بہت جلد مکمل طور پر منظر عام پر آجائے گا۔

میری رائے میں امام اہل سنت کی خدمت اقدس روحانی میں اس سے بہتر اور کوئی خراج عقیدت پیش نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی یہ جلیل القدر اور عظیم القادہ علمی کاوش افادہ عامہ و خاصہ کے لئے پیش کی جاسکے۔

فتاویٰ رضویہ کی مطلوبہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیان بر عظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال فن، وسعت نظر، عمق بصیرت، ظرافت طبع اور جزئیات میں کلیات، اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب و روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو بر عظیم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ کے مختلف ابواب فقہیہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے۔ یہ رسائل جہاں بلند درجہ تحقیق و تدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداول فقہی مصادر و ماخذ کا پور بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائق تحسین ہے کہ وہ ان مختلف و متنوع مصادر کی مختصر ترین عبارت بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انہیں کمال مہارت سے یک جا کر کے یوں جوڑ دیتے ہیں کہ وہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ

کتاب کے لکھے یا چکے مختلف مصنفین نے اسی غرض سے تخلیق کئے تھے کہ ان کے بعض موضوعات پر مشتمل رسائل کی عبارات کی زینت بنیں۔ یہ کام جہاں لفظ اور کمال اور ادراک و انتخاب کا مقتضی ہے وہاں قوت حافظہ اور زبان کا دلچسپ اور کما بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفرادی پہلو بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے لفظی طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔ کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت و ظرافت کی یہ روش عظیم کے علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور مولانا احمد رضا بریلوی اس میدان میں امامت و مہارت کا شرف رکھتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ور سٹائل (VERSITILE GENIOUS) ہے۔ اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے، فاضل بریلوی ارشاد نبوی العلم علما علم الادیان و علم الابدان کی حقیقت سے مدد گرفت آگاہ تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے، وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم ابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور کے قائل تھے، شریعت کے علوم قرآن و حدیث سے شروع ہوتے اور عربی زبان و ادب کی جزئیات سے ہوتے ہوئے فقہ و کلام اور جہد و مناظرہ تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح سائنسی علوم کا دائرہ بھی وسعت پذیر اور لامحدود ہے اس لئے شریعت ان مفید و نافع علوم سے اعراض نہیں سکھاتی بلکہ ان میں کمال پیدا کرنے کی دعوت و

تلقین اس شریعت کا امتیاز ہے۔

وقت کی رفتار تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتار تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتار تغیر کا مقابلہ نہ کر سکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان و مکان کی قید سے آزاد و مبرا ہے اس لئے یہ شریعت ہر زمان و ہر مکان کے لئے ہے اسی حوالے سے اسلامی شریعت کے ماہر فقیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتار تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں، ان میں سے ایک خدا وادع بقدرت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علم ابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں تمام و کمال موجود ہیں بلکہ ہر زمان و ہر مکان کے فقیہ ہیں۔ جس طرح اسلامی شریعت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اسی طرح اس کا ماہر فقیہ جو خدا وادع بقدرت اور سائنسی علوم خصوصاً طب و ریاضت اور فلسفہ و ہدیت کے بھی امام ہیں وہ بھی زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل و نگ رہ جاتی ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" اس دعویٰ پر شاہد عادل ہیں۔ تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں۔ ان کے تمام فتاویٰ عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لئے نشوونما کا سامان بھی کرتی ہے۔ اظہار و بیان کا وسیلہ زبان ہوتی ہے۔ فقیہ اور مفتی کے لئے اظہار و بیان کی قدرت ایک لازمی اور ضروری صفت ہے، ورنہ مسائل و مشاغل کی تفہیم آسان نہ ہوگی۔ حضرت

امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ اس میدان کے مرد میدان ہی نہیں شہسوار بھی ہیں۔ فارسی اور اردو پر انھیں جو کامل عبور تھا اس کا ایک ثبوت تو ان کے کلام میں ان کے شاعرانہ کمالات ہیں جو نعت و مدح رسول کے لئے ان کے دل سے جاری تھے۔ "فتاویٰ رضویہ" میں بھی وہ اظہار و بیان کے وسائل یعنی زبان و ادب کے اسلوب سے قاری کے ذہن کی چٹکیاں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں الفاظ کے معنی پھنانا اور مرکبات و کلام کو تقصین کے طور پر نیا استعمال کرنا کہ اس میں ہر جگہ جوڑ دینے کا منظر پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ صرف کلام شاعر اور با کمال ادیب ہی کر سکتا ہے۔

اختصار سے کام لیتے ہوئے یہاں صرف "فتاویٰ رضویہ" کی جلد اول کے دو نمبر یعنی عنوانات یعنی "خطبۃ الکتاب" اور "صفحۃ الکتاب" کے علاوہ مستقل موضوع پر لکھے جانے والے پہلے سائل "اجلّیٰ اعلام ان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام" کے خطبے کی طرف اشارہ کافی ہوگا۔ خطبہ الکتاب میں فقہ حنفی کی اہمات الکتب کے اسماء اور فقہی مصطلحات کو بطور تلخیص و براجت استہلال، استعمال کر کے جو سماں باندھا ہے وہ کچھ انہی کا کمال ہے۔ الفاظ پرانے ہیں مگر بطور کلیہ استعمال ہو کر نئے معانی کا لباس بن گئے ہیں الحمد للہ هو الفقیہ الاکبر والجامع الکبیر لزیادات، فیضہ العیسوط، الدرر الغرور، بہ الہدایۃ و عنہ البدایۃ والیہ النہایۃ (یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے، یہی سب سے بڑی سمجھ اور اضافوں کو یکجا کرنے والی بات ہے، اس کا فیض ہے جو پھیلا ہوا ہے جیسے چمکتے ہوئے موتی ہوں، اسی ذات سے ہدایت و ابستہ ہے، وہی اول اور وہی آخر ہے) یہ تو وہ نئے معنی ہیں جو ان پرانے الفاظ کے لباس میں یہاں وارد ہوئے ہیں مگر ان کے پرانے معانی فقہ حنفی کی اہمات الکتب کے نام ہیں۔

فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جامع کبیر، زیادات، فیض ملبسوط، دُررِ بحر، ہدایہ اور ہدایہ ونہایہ یہ سب کتب فقہ ہیں مگر زبانِ عربی پر عبور رکھنے والے نے ان پر ان الفاظ سے دوہرا کام لے کر اپنی مہارت و عبقریت کا ثبوت دے دیا ہے۔

اسی تمہید کتاب میں صنفِ اکتاب کے عنوان سے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے قرآنی الفاظ و تراکیب سے برکت و سعادت کا جو سماں باندھا گیا ہے وہ کسی فنا فی العربیہ اور ماہرِ کلام ربانی کا پتا دیتا ہے۔ رسالہ اہلِ الاعلام میں بھی یہی رنگِ کمال نظر آتا ہے۔ یہاں پر مصنف عربی زبان کے اسالیب نگارش پر عبور رکھنے کے علاوہ جدتِ تعبیر سے کام لینے میں بھی لاشانی نظر آتے ہیں۔ فقہیہ خشک مضمون میں اس جدتِ تعبیر نے جو رنگ پیدا کیا ہے اس نے دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے۔ فقہی نصوص کے صحیح ادراک، دقتِ نظر و باریک بینی، بدستِ قول و حاضر جوابی، منطقی و موثر طریقہ استدلال اور حسن استنباط و استنتاج میں فاضل بریلوی کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں پر میں ایک خاص بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جو میں نے محسوس کی ہے۔ یوں تو بزرگِ عظیم پاک و ہند کے نامور عربی دانوں اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کے علمی کارناموں سے اپنے اور بیگانے سبھی نا آشنا اور کم آگاہ ہیں مگر ان میں سے بعض اہلِ علم تو بے قدری اور احسان ناشناسی کی حد تک گمنام چلے آتے ہیں اور لوگ ان کے حقیقی مقام و مرتبے کے منکر دکھائی دیتے ہیں۔ بزرگِ عظیم کی جن ہستیوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر فراموشی و بے قدری کا مستحق گردانا گیا ان میں سے ایک کا تعلق سرزمینِ پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق علم و ثقافت کے خطِ یوپی سے ہے۔ پنجاب کی نادرہ روزگار ہستی اور بمیشال عبقری تو مولانا عبدالعزیز پرہاروی تھے جو مشہور عرب شاعر ابوالقاسم الشبلی اور ایک انگریز شاعر کیٹس کی طرح جوانی میں ہی دنیا سے کوچ

کئے مگر علمی کارناموں کے لحاظ سے ان کی مختصر عمر بھی طویل مدت ثابت ہوئی۔ مولانا پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ جس شہرت اور عزت کے مستحق تھے وہ نہ تو انھیں زندگی میں مل سکی اور نہ موت کے بعد گمنامی کا پردہ چاک ہو سکا۔ پنجاب کے اس عظیم بھقری اور عالمِ دین کو کما حقہ متعارف کرانے کا شرف اللہ نے مجھے بخشا ہے، ان کے متعلق خود بھی لکھا ہے اور دو مقالے پی ایچ ڈی کے بھی میری نگرا فی میں درج ہیں۔

خطۂ علم و ثقافت یوپی سے اٹھنے والی ہستی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا ہیں جن کے علمی کارناموں سے شدید اغماض برتا گیا بلکہ ان کے فضل و کمال سے انکار کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ بدنامی کی جسارتیں بھی ہوتی رہیں، بظاہر اس کے تین اسباب نظر آتے ہیں:

پہلا سبب تو خود ان کے نام لیواؤں کی کمزوری ہے جو ان کے علمی کارناموں کو عام کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کر سکے۔ اَلَا مَاشَاءَ اللہ! دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عالمی ادارے یا تنظیمیں جو بزرگِ عظیم میں اہلِ علم کو متعارف کرانے کے ذمہ دار تھے وہ حضرت فاضل بریلوی کی قدر شناسی اور اعترافِ فضل سے گریزاں رہے۔

میرے خیال میں اس کا تیسرا سبب حسد و رقابت کے جذبات ہو سکتے ہیں۔ معمولی آدمیوں کو ایسے حادثے کم پیش آتے ہیں مگر غیر معمولی ذہانت و قابلیت کے مالک انسانوں کے لئے مخالفت و عداوت اور حسد و رقابت بھی غیر معمولی نوعیت کی سامنے آتی ہے۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کثیر الجوانب عبقریت کے مالک تھے غالباً اس وجہ سے ان کے علمی کارناموں کو پردہِ خفا میں رکھنے اور ان پر خاک ڈالنے

کی کوشش بھی ہو سکتی ہے۔

بہر حال یہ بات باعث اطمینان ہونی چاہئے کہ اب بزرگوار و عظیم پاک و ہند
میں ایسے افراد و ادارے وجود میں آچکے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی کے
تعارف کے ضمن میں تلافیِ نواقات کے لئے کوشاں ہیں۔

ڈاکٹر شہید احمد جالب نٹھری

ڈائریکٹر ادارۃ ثقافت اسلامیہ، لاہور

ترجمہ قرآن، فتاویٰ رضویہ

اور

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

قرآن مجید اپنی صحت کے اعتبار سے ایک منفرد مقدس کتاب ہے۔ اس حقیقت کو ان لوگوں نے بھی تسلیم کیا ہے جو اسے آسمانی کتاب نہیں مانتے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقدس کتابوں میں سے قرآن مجید شاید واحد کتاب ہے جس کے پیغام کی دنیا میں غلط تعبیر و تشریح کی گئی ہے۔ اس افسوسناک امر کی ذمہ داری ایک حد تک مسلمانوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ مثلاً ماضی قریب تک وہ انگریزی زبان میں ایک مستند ترجمہ و تفسیر پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اس ناکامی کی ایک وجہ یہ ہے کہ مترجم حضرات نے اپنے ترجمہ کے لئے چند عربی کتابوں اور عربی قوامیس کا سہارا لیا، اور قرآن فہمی اور ترجمہ کے لئے جو بنیادی شرائط درکار تھیں وہ ان سے بڑی حد تک بیگانہ تھے۔

چنانچہ قرآن کے اس ملکوتی نغمہ کا ادبی حسن و جمال جس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے سامعین کو مسحور کر دیا تھا، ترجمہ میں باقی نہ رہ سکا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اہل علم کی کوششیں بار آور ہونے لگیں۔ اردو، انگریزی اور جرمن زبان میں کامیاب ترجمے اور تشریحی نوٹس لکھے گئے۔ ادھر کئی سال پہلے جب غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ و تشریح کا سوال اٹھا تھا تو جامعہ ازہر نے اس سلسلہ میں ایک کمیٹی کی تشکیل کی تھی جس نے طے کیا تھا کہ ترجمہ میں مندرجہ ذیل امور کا ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے :

(۱) قرآنی زبان کے ان اصطلاحی الفاظ کو جسے علم کلام کے ذریعہ وجود میں آئے ترجمہ میں جگہ نہیں ملنی چاہئے۔

(۲) سائنسی اور فلکیاتی مسائل ترجمہ پر اثر انداز نہیں ہوں گے، ترجمہ عربی زبان کے قواعد و ضوابط کی روشنی میں سرائیجیام دیا جائے گا۔

(۳) اس امر کی کوشش کی جائے کہ قاسمین ترجمہ کے ذریعہ قرآن مجید کی روح سے آشنا ہوں۔ معجزات کی تشریح ان کے سیاق و سباق کی روشنی میں کی جائے۔

ہر چند ایک مدت تک ان سفارشات کی روشنی میں ترجمہ نہیں کیا جاسکا، اس سے فائدہ ضرور ہوا کہ ترجمہ قرآن کے بارے میں پُرانی بحث ختم ہوگئی۔ شیخ مراغی اور شیخ شلتوت مرحوم نے ترجمہ کی ضرورت سے پر مضامین لکھے، انہوں نے ترجمہ کے جواز پر منفی نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا۔

چنانچہ انفرادی طور پر پوری دنیا نے اسلام میں قرآن مجید کے تراجم دوسری زبانوں میں کئے گئے، اس سلسلے میں اردو زبان میں بھی تراجم ہوئے۔

اردو زبان میں جن اہل علم نے ترجمے کئے آدمی ان کی نیکی، اخلاص اور محنت کی داد دے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تراجم کی اکثریت ایسی ہے جو قرآن مجید کے بے مثال ادبی و محتوی حسن کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان خداتر اہل علم کو اردو زبان کے ادبی سرمایہ پر عبور حاصل نہیں تھا، نیز یہ کہ ہر زبان کا اپنا اسلوب بیان ہے جس کا ترجمہ میں ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے۔ مثلاً 'HE WENT' لیکن اس کا ترجمہ اردو زبان میں کہا جاتا ہے 'ذہب فلان'، لیکن اس کا ترجمہ اردو زبان میں شخصیت کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے جمع کے ساتھ کیا جائے گا، مثلاً 'وہ تشریف لے گئے'۔ اگر کسی بڑی علمی و مذہبی، خاص طور پر پیغمبر کی ذات گرامی کے ذکر میں عربی یا انگریزی سے ترجمہ مفروضہ ہی میں کیا جائے، تو وہ ذوق سلیم پر گراں گزرے گا۔

چنانچہ ترجمہ و تشریح میں ادب کا ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔

رسالہ قشیریہ کے معروف عالم ابوالقاسم عبدالکرم القشیری نے جو علمائے ائمہ میں سے تھے، لکھا ہے کہ شیخ ابوعلی دقاق فرماتے تھے کہ قرآن نے حضرت ایوب کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے،

وایوب اذا نادى ربہ انی مستغی الضر وانت ارحم الراحمین۔

(انبیاء: ۸۳)

یہاں حضرت ایوب نے "امر حمینی" (مجھ پر رحم کیجئے) نہیں کہا اس لئے کہ وہ آداب سے آگاہ تھے۔

سورۃ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے، آپ خدائی سوال کے جواب میں عرض کریں گے،

ان تعذبہم فانہم عبادک۔

آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے مزید عرض کیا،

ان کنت قلتہ فقد علمنتہ۔

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت باری تعالیٰ کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نفی میں جواب نہیں دیا یعنی "نہیں کہتا" (سورہ مائدہ: ۱۱۶)۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعض عارفین نے قرآن مجید کی آیت کریمہ "لا یستہ الا المصطہرون" کا معنی یہ کیا ہے کہ قرآن کے معانی کا نزول پاکیزہ دلوں ہی پر ہوتا ہے۔

گوشہ دنوں جب مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی نے ازہ کرم مجھے مولانا احمد رضا خان مرحوم کے ترجمہ قرآن کا تحفہ دیا تو خاکسار نے اس ترجمہ کو مقدس و بھر غور سے پڑھا۔ اس ترجمہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ترجمہ میں قرآن مجید اور احادیث قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام بلند کے آداب کو نگاہ میں رکھا ہے۔

یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کروں گا،

سورۃ النبی میں آن حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشاد خداوندی "ووجدک ضالاً فہدای۔ مولانا اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں،

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہیں معلوم ہے کہ زمانہ نبوت سے پہلے وہ ان کے دامن وقار و تمکنت پر قبائلی رسم و رواج یا اہل مکہ کی بت پرستی و مگرہی و کفری و اغ نہیں ہے اس لئے آیت کریمہ میں لفظ "ضال" کا ترجمہ وہی زیادہ مناسب ہے جو مولانا نے کیا ہے۔

ایسے ہی ایک دوسری سورۃ النجم میں آیا ہے، "والنجم اذا ہوی" اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، اس آیت کریمہ کے بعد ماضل صباحک و ماغوی" آیا ہے جو اس ترجمہ کے حق میں ہے۔

تبار میں سے معروف صوفی سہل القسری نے بھی "والنجم اذا ہوی" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی لی ہے۔

معزز حضرات! منتخب التواریخ میں عبدالقادر بدایونی نے شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کے عالم تھے، لیکن جب شیخ نیازی سے ملاقات ہوئی تو ان پر قرآن فہمی کا ایک نیا دروازہ کھلا، بدایونی لکھتے ہیں،

"معانی قرآن و نکات و دقائق و حقائق آن بآسانی بروکشوف گشت"

عبدالقادر بدایونی کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد، تذکرہ میں لکھتے ہیں،

"اور یہ بالکل سچ ہے۔ اب تک قرآن جس قدر پڑھتے پڑھاتے رہے تھے، بیضاوی و لغوی کی ورق گردانی تھی اور محض نقالی سے قرآن کی حقیقت کب کھل سکتی ہے، اس کے لئے تو جبریل عشت کے فیضان

اور دلی دردمند کے الہام کی ضرورت ہے۔
مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ قرآن میں اسی ”دل دردمند“
کی آواز سنائی دیتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ

حضرات! اس تقریب کا بنیادی مقصد معزز حاضرین کو مرحوم مولانا احمد رضا خان صاحب کے ”فتاویٰ رضویہ“ کی غیر معمولی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے۔
یہ بات محتاج بیان نہیں کہ دینِ قیم کے اسرار و حکم اور دقائق و حقائق انہی قلوب پر منکشف ہوتے ہیں جو مجتلا و مصطفیٰ ہیں اور حسنِ مطلق کی جلوہ گاہ ہیں۔ چنانچہ یہی لوگ ہیں جو دین اور معاشرے کے تعلق پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دین، دنیا میں مخلوقِ خدا کی بھلائی اور بہتری کے لئے آیا ہے، اس کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی اپنے معاشرے کے احوال و ظروف سے آگاہ نہیں وہ ”عالم“ کہلانے کا مستحق نہیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسم و رواج اور عرف و عادات کو نگاہ میں رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ انھوں نے اس سلسلہ میں بنیادی نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضا پر مخلوق پر مقدم رکھے، اور فتنہ و فساد سے بچنے اور انسانی قلوب کی مدارات و مراعات کئے بغیر اولیٰ امور کو ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (طبع جدید) میں فرماتے ہیں،

”پس ان امور میں ضابطہ کلیہ واجبہ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و

ترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلق پروا نہ کرے، اور اتیانِ مستحب و ترکِ غیر اولیٰ پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت، ایذا اور وحشت کا باعث ہونے سے بچے۔“

یہ بات شاید کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جو لوگ شریعتِ مطہرہ کی روح اور حکمت و علت سے تغافل برتتے ہیں اور ظاہری الفاظ کی پیروی کرنے پر زور دیتے ہیں، وہ بعض اوقات اُمت میں اختلاف و تشکیک کا باعث بنتے ہیں اور لوگوں کو مشقت و تنگی سے دوچار کرتے ہیں۔ اگر ان کی نگاہ سے شریعت کا بنیادی مقصد اوجھل نہ ہوتا تو ان کا زہد خشک لوگوں کو غیر اولیٰ اور لایعنی باتوں میں الجھنے نہ دیتا۔ اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

”اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفع و تنزہ کئے خلاف و جدال نہ کرے کہ یہ سب امور اختلاف و موالست کے معارض اور مراد و محبوب شارع کے منقض ہیں۔ ہاں ہاں ہوشیار و گوش دارا کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوپہ سلامت و عبادہ کرامت ہے جس سے بہت (سے) زاہدان خشک اور اہل تکلف جاہلِ غافل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنے ہیں اور فی الواقع مغرر حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (جدید) ص ۵۲۸)

میں یہاں مولانا مرحوم کے فتاویٰ سے اور مثالیں دینا چاہتا تھا، لیکن تنگی وقت کی بنا پر ایسا نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو اسلامی فقہ میں

جو عبور و رسوم حاصل ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن و سنت سے ان کی گہری شنیدگی اور وابستگی ہے۔ چنانچہ میری اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے فتاویٰ کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں اور فلسفہ دین اور رُوحِ عصر سے آگاہ ہو کر لوگوں کے مسائل کو حل کریں اور انھیں مشقت و تنگی میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔

مولانا قاضی عبدالداقم دائم
ایڈیٹر ماہ نامہ جامِ عرفان
خانقاہ نقشبندیہ، بہری پور

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ

- علم و فضل کا شہ پارہ — فکر و فن کا مہ پارہ —
- فصاحت و بلاغت اور برامت و شہلا ل کا دمکتا ہوا شہکار
- کتب فقہ اور ائمہ کرام کے ناموں کا دمکتا ہوا گلزار

سلسلہ و کثر و تسنیم کی موجِ رواں
کیف آئیں، جاں فزا تحریر شاہ احمد قنا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلَى
وَالْأُولَى وَالْأَصْحَابِ هُمْ
فَالِ الْعَظِيمِ تَوَسَّلِي
بِحَلَالِهِ الْمُتَّقِينَ
خَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدٍ
مَا وَابَى عِنْدَ شَدَائِي
بِكِتَابِهِ وَبِأَحْمَدٍ
(امام احمد رضا)

ارشادِ ربانی ہے:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

یعنی اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ اسی فرمانِ خداوندی پر عمل کرتے ہوئے
یوں زمزمہ سرا ہوتے ہیں،

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیتے ہیں

اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں "سخن" سے مراد منظوم کلام ہے؛ لیکن

درحقیقت امام احمد رضا کی شاہی ہر نوبتِ سخن میں مسلم ہے۔ خواہ نظم ہو یا نثر۔

مزید کمال کی بات یہ ہے کہ کلام و بیان پر آپ کی قدرت کسی ایک زبان سے

محقق نہیں ہے؛ بلکہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں سے جس زبان کو ذریعہٴ لہجہ
بنانا چاہیں، اس کے تمام الفاظ آپ کے بے پایاں حافظے میں مستحضر ہو جاتے
ہیں اور ان میں سے آپ جس لفظ کو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں سمجھتے ہیں اس کو
اتنی خوبصورتی اور تناسب سے استعمال میں لاتے ہیں کہ خوش گفتاری کا حق
ادا کر دیتے ہیں اور نثر میں بھی نظم کا سماں پانصد دیتے ہیں۔

مستحضر الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفی جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منظوم

نثر و کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ از بس دشوار ہے؛

تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز "فتاویٰ رضویہ" کا عربی خطبہ ہے جو

بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھوتا شہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن

تعلیقات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے

کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات و مناسبات — یعنی اللہ تعالیٰ کی

حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود و سلام — یہ تمام چیزیں کتب فقہ

اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں۔ یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسماء گرامی

کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اٹھیں اور کہیں نعت

کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود و سلام

کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ فضیلت، بدیعیہ، از قسم براعت استہلال و

رعایتِ سبع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے

باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرا بھر فرق نہیں پڑا — نہ جملوں کی

بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ ترکیب کی جربستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش تو نہیں کہ اس ضیاءِ عظیم کی تمام خوبیاں
گنتائی جائیں؛ تاہم چند دلآویز جھلکیاں خوش ذوق قارئین و سامعین کی نذر میں
حق مگر قبول افتدز ہے عزا و شرف

حمد باری تعالیٰ

فقہ حنفی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا
نام "الفقہ الاکبر" ہے۔ اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرّ،
مُعَرَّر بھی بلند پایہ فقہی تصنیفات ہیں۔ امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا،
کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے
یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں فرماتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ هُوَ الْفَقْهُ الْأَكْبَرُ وَالْجَامِعُ الْكَبِيرُ لِزِيَادَاتِ
فَيْضِهِ الْمَبْسُوطِ الدُّرِّ الْعَرَّارِ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ
کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے
شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے)

سبحان اللہ! کیا دلپذیر حمد ہے!

یعنی فیضانِ الہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں
کی طرح تابناک ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ جس فیض کے اضافے اور زیادات
اس قدر منزہ اور روشن ہوں اس فیض کی اپنی شفافیت و تابندگی کا کیا عالم ہوگا!
پھر صاحبِ فیض جلّ و علا کی تابانی و درخشانی کی تو بات ہی نہ پوچھئے کہ وہ انسانی
فہم و اوراک سے ماوراء ہے اور زبان و بیان اس کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔

بقول شیخ سعدی: سہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم و زہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر ما، بچناں در اول و صفت تو ماندہ ایم
جز اک اللہ، اے امام احمد رضا! کیا البیسی اور انوکھی حمد بیان کی ہے
آپ نے! اللہ رب العالمین کی!

لیکن واضح رہے سامعین و قارئین کرام! کہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے، جبکہ
امام احمد رضا درحقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی حد ہے، نہ انتہا۔
یعنی: ص

حمد بجد مر خدائے پاک را

لیکن محض "حمد بے حد" کہہ دینے سے وہ بات نہیں بنتی جو امام احمد رضا
کہنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیض مبسوط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ
اللہ کے فیض کی کوئی انتہا نہیں۔ اور غیر متناہی فیض کی زیادات، غیر متناہی در
غیر متناہی ہوں گی اور جو حمد ان زیادات کی جامع ہوگی وہ غیر متناہی در غیر متناہی
در غیر متناہی ہوگی، اور امام احمد رضا اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں —
الجامع للزیادات فیضہ

کیا کمال درجے کا اغراق فی المبالغہ ہے! "حمد بے حد" یا "بے انتہاء
تعریف" میں اس مبالغے کا عشرِ عشر بھی نہیں پایا جاتا۔

صلوٰۃ و سلام اور اس کے ضمن میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان

بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے
تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سرورِ عالم

کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات۔ اس کے بعد اسماء کتب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں۔ البتہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور یوں اہل سنت کی ترجیحی کا فریضہ بھی انجام دے دیا ہے۔

امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے، بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ کی تمیز سے مالک ہیں۔ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں: ۱۔

ان کو تمیزیک ملک الملک سے

مالک عالم کہا، پھر تجھ کو کیا!

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروزِ مشرعاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشوائیں گے ۲۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سنا تے جائیں گے

آپ روتے جائیں گے، ہم کو سنا تے جائیں گے

اب دیکھئے کہ ائمہ کرام کے اسماء و القاب سے کس طرح اپنے عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے۔ دیکھتے ہیں،

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ لِلرَّسُولِ الْكَرَامِ؛

مَا رِيكَ وَشَافِعِي أَحْمَدَ الْكَرَامِ۔ (اور صلوٰۃ و سلام ہو رسولوں کے سب سے

بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے شفاعت کرنے والے ہیں،

ان کا نام احمد ہے، بہت ہی عزت والے ہیں)

امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد — ائمہ مذاہب اربعہ کے

معروف القاب و اسماء مذکور ہیں، انہی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

تھوڑا آگے بڑھئے اور اہل سنت کے ایک اور عقیدے کی ترجیحی کا انداز دیکھئے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل اور مبداء ہیں، ۱۔

تو اصل وجود آمدی از نخت

وگر ہر چہ موجود شد فرع تست

یہی عقیدہ امام احمد رضا کا ہے، ۲۔

اصل ہر بود و بہبود، تخم وجود

قاسم کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

اس عقیدے کے اظہار کے لئے آپ نے امام اعظم کے تین مشہور شاگردوں یعنی

امام محمد، امام حسن ابن زیاد اور امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے

ناموں کا انتخاب کیا اور انہیں اس طرح یکتا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اسم گرامی کا بھی اظہار ہو گیا، آپ کے حسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا اور یہ بھی واضح

ہو گیا کہ حسن یوسف پر تو حسن مصطفیٰ ہے، بلکہ خود یوسف علیہ السلام فرعِ مصطفیٰ

اور ابنِ مصطفیٰ ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

چنانچہ فرماتے ہیں: ۱۔

يَقُولُ الْحُسَيْنُ بِلَا تَوَقُّفٍ

مُحَمَّدٌ الْحُسَيْنُ أَبُو يُوسُفَ

آپ کے جمال بے مثال کو دیکھ کر خود حسن بغیر کسی توقف کے پکار اٹھتا ہے کہ حسن و

محمد صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت یوسف علیہ السلام کے 'اب' اور اصل ہیں۔

ایک یوسف علیہ السلام پر ہی کیا موقوف — جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی اصل ٹھہرے تو ظاہری و باطنی جو آپ کے بعد امجد ہیں یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام، وہ بھی حقیقت کے اعتبار سے آپ کے پسر قرار پاتے ہیں۔

حدائق بخشش میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا،

ان کی نبوت، ان کی البت ہے سب کو عام
اُم البشر و دس انہی کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل

اس نخل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے
اور یوسف علیہ السلام کے حسن پر ہی کیا منحصر — اہل سنت کے نزدیک تو تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات بارگاہ مصطفوی کا فیضان و عطا ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں،

وَكُلُّهُمْ مِنْ مَّا سَوَّلَ اللَّهُ مُلْتَمِسٌ
غُرْفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ مَاشِئًا مِنَ السَّيِّئِ
(تمام انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر کرم سے ایک چٹو کے، یا آپ کی بارانِ رحمت سے ایک پھینٹے کے طلبکار ہیں)
اور امام احمد رضا یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں،

لا ورب العرش! جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کوئین میں نعمت رسول اللہ کی

اسی عقیدے کو فتاویٰ رضویہ کے خطبے میں تبلیغ کے انداز میں بیان کیا ہے،

الْبَحْرُ الدَّقِيقُ: مِنْهُ يَسْتَمِدُّ كُلُّ نَهْرٍ قَائِمٍ
”البحر الدقیق“ اور ”النہر الدقیق“ ”کنز الدقائق“ کی دو شریحیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت

نے ”مندیستند کلی“ کا اضافہ کر کے کیا ایمان افروز معنی پیدا کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حیران کن سمندر ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا اور نہر انہی سے مدد لیتی ہے۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل و کمال کے بحرِ فقاہیں اور باقی انبیاء و رسل فوقیت رکھنے والے دریا اور نہریں۔ ظاہر ہے کہ دریاؤں اور نہروں میں وہی پانی بہتا ہے جو بجاپ بن کر سمندر سے اُٹھتا ہے اور کہیں بارش بن کر برستا ہے، کہیں برف بن کر گرتا ہے۔

منقبت

اگر کسی مسئلے میں امام ابوحنیفہ اور قاضی ابویوسف متفق ہوں تو فقہاء ان کو ”شیخین“ کہتے ہیں اور اگر قاضی ابویوسف اور امام محمد کا اتفاق ہو تو ان کو ”صاحبین“ کہا جاتا ہے۔ اور اگر امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی ایک رائے ہو تو ان کو ”طرفین“ کا لقب دیا جاتا ہے۔ اب امام احمد رضا کا کمال دیکھئے کہ انہوں نے ان تینوں فقہی اصطلاحات کو صدیقی اکبرؒ اور فاروقی اعظمؒ پر منطبق کر دیا اور فرمایا،
لَا سِيَمَاءَ الشَّيْخَيْنِ الصَّاحِبَيْنِ وَلَا اخْتِذَيْنِ مِنَ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ
بِكَلَا الطَّرَفَيْنِ (خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ دو بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں،
غرضیکہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں کہ صر
نہ بخشش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں

مگر فی الحال اختصار کے پیش نظر اتنا ہی کہوں گا کہ اتنے اوصاف و محاسن پر مشتمل خطبہ آج تک نہیں لکھا گیا — باقی خصوصیات کو چھوڑیئے، صرف ایک خصوصیت

پرنظر ڈال لیجئے، آپ کو میرے دعوے کی صداقت کا یقین آجائے گا۔ اور وہ حیرت فرما
خصوصیت یہ ہے کہ اس خطبے میں مجموعی طور پر نوے کتابوں اور اماموں کے نام
مذکور ہیں اور جس خوبی و لطافت سے مذکور ہیں اس پر فصاحت ناز کرتی ہے اور
بلاغت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ فصاحت و بلاغت کی یہ رعنائیاں صرف خطبے تک ہی
محدود نہیں؛ بلکہ پورا فتاویٰ تختل کی نزاکتوں اور ادبی لطافتوں سے مالا مال ہے۔
اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سیڑیوں صفحات درکار ہیں؛ تاہم ایک امتیازی
کمال کی طرف اہل ذوق کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ احمد رضا کا معمول ہے کہ اگر کسی
سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہو تو اس کو مستقل رسالہ بنا دیتے ہیں اور
باقاعدہ اس کا نام رکھتے ہیں، یہ نام اس قدر موزوں، مناسب اور واقع کے مطابق
ہوتا ہے کہ پڑھنے والا امام احمد رضا کی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا ہے۔ ہر نام
میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات مشترک ہوتی ہیں،

- ۱۔ ہر نام عربی میں ہوتا ہے خواہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔
- ۲۔ ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا
ہے، یعنی صحیح کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔
- ۳۔ ہر نام اسم بامسمیٰ ہوتا ہے۔ یعنی نام ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ اس رسالے
کا موضوع کیا ہے۔

۴۔ ہر نام تاریخی ہوتا ہے، یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے
اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرتا ہے جس میں وہ رسالہ
لکھا گیا۔

مثال کے طور پر رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام انتہائی آبد تاب سے چھپنے والی

ماہی رضویہ کی پہلی جلد میں گیارہ رسالے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ صرف تین نام
میں خدمت ہیں؛

(ا) اگر امام ابو حنیفہ اور صاحبین و متاخرین فقہاء کا کسی مسئلے میں اختلاف ہوگا
تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ — امام صاحب کے؟
— صاحبین و دیگر فقہاء کے؟ — یا بعض معاملات میں امام صاحب
کے قول پر اور بعض میں صاحبین و دیگر فقہاء کی رائے پر؟ — اس مسئلے کی
توضیح کے لئے امام احمد رضا نے جو رسالہ لکھا اس کے نام سے ہی ان کی
تحقیق واضح ہو جاتی ہے؛

اجلی الاعلام، ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام
واضح اعلان کہ فتویٰ بہر صورت امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے
(ب) کون سی نیند ناقض وضو ہے اور کون سی نہیں — اس کی تفصیلات سے قوم کو
آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا اس کا نام ہے؛

نبہ القوم، ان الوضوء من ای نوم
قوم کو آگاہ کرنا کہ کون سی نیند کے بعد وضو ہے

(ج) حالت جنابت میں قرأت جائز ہے یا نہیں؟ — اگر جائز ہے تو کن کن
صورتوں میں؟ — ان مسائل سے پردہ اٹھانے والے رسالے کا نام ہے؛
ارتقاع الحجب، عن وجوہ قراۃ الجنب
پڑوں کا اٹھ جانا، ان تمام صورتوں سے جو جنبی کی قرأت سے متعلق ہیں

تینوں رسائل کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے جامع ہیں جن میں سے
پہلی تین تو واضح طور پر نظر آرہی ہیں؛ البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا،
استخراج کا تقاضا کرتی ہے۔ نبہ القوم کا استخراج درج ذیل ہے کیونکہ یہ نام

تینوں میں مختصر ہے، باقیوں کو اس پر قیاس کر لیجئے۔

نبد القوم ن، ب، ۱۰، ۵، ل، ق، و، م

$$۲۳۴ = ۴۰ + ۶ + ۱۰۰ + ۳۰ + ۱ + ۵ + ۲ + ۵۰$$

$$ان الوضوء من ای نوم ا، ن، ا، ل، و، ض، و، م، ن، ا، ی، ن، و، م +$$

$$۱۰۹۱ = ۴۰ + ۶ + ۵۰ + ۱۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۶ + ۸۰ + ۶ + ۳۰ + ۱ + ۵۰ + ۱$$

۱۳۲۵

۱۳۲۵-۱۳۱ اس کا مجموعہ اعداد ہے اور یہی سن تاریخ ہے۔

امام احمد رضا کے سوالیے عمدہ، اعلیٰ، دلنشین اور فکر و فن کے شہسکار نام کون رکھ سکتا ہے! تاریخ میں کسی ایک فاضل کا نام بتا دیجئے جس نے اتنے رسالے لکھے ہوں اور ان کے ایسے خوبصورت نام رکھے ہوں!

بلاشبہ امام احمد رضا متنبی کے اس شعر کا حقیقی مصداق ہیں، یہ

مضمت الدھور و صااتین بمثلہ

ولقد اقی فعجزن عن نظرائہ

وصلی اللہ علی سیدنا و مولینا محمد و علی آلہ و اصحابہ

و ذریاتہ اجمعین

مُصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیح بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
اُن کے مولیٰ کے ان پر کروں درود
اُن کے اصحابِ عترت پہ لاکھوں سلام
شافعی، مالک، احمد، امام حنیف
چار بارخِ امانت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

امین یا رب العالمین

پروفیسر شہار اللہ بھٹی

سابق چیئرمین شعبہ ریاضی پنجاب یونیورسٹی

ریاضیاتی علوم میں

امام احمد رضا خاں بریلویؒ کے کارنامے نمایاں

(عنوان بالا پہ لکھے جانے والے مقالہ کی تلخیص)

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع العلوم، یگانہ اور عبقری ہستی تھے۔ آپ نے نہ صرف علوم دینیہ میں بے محابا محققانہ اور مجتہدانہ کام کیا بلکہ علوم عقلیہ میں بھی اپنے ہم عصر علماء سے کہیں زیادہ تصانیف و تالیفات تحریر کر ڈالیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ایک ایسے عالم دین نے، جسے کالج یا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا، ریاضی کی کئی شاخوں میں مثلاً ہندسہ، علم مثلث کروی، علم ہیئت (علم فلکیات) میں برصغیر کے تمام پیشہ ور ریاضی دانوں سے کہیں زیادہ کام کر دکھایا۔

آپ کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حساب میں ضرب، تقسیم اور قوت و جذر کے قواعد لوگر تھم کی مدد سے بہت آسان ہو جاتے ہیں، سو آپ نے انگریزی کی ایک اچھی سی لوگر تھم کی کتاب کار دو میں ترجمہ کرایا۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو اس طریقہ میں مہارت تامہ حاصل ہو گئی۔ سو آپ نے اس طریقہ کو دینی مسائل کے حل میں جہاں دقیق حسابی عمل کی ضرورت پڑتی ہے، جایجا استعمال کیا ہے۔

آپ نے یہ بھی محسوس کیا کہ بعض دینی مسائل میں مثلث کروی اور علم فلکیات کی ضرورت پڑتی ہے، سو آپ نے ان علوم کی طرف ایسی توجہ دی کہ آپ ان میں بہت سا تحقیقی کام کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

بعض جزئیات میں آپ سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے، لیکن اس سے

آپ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج تک کوئی ریاضی دان یا سائنس دان ایسا نہیں ہوا جس کے کام میں بعد کے ماہرین نے ترمیم و اصلاح نہ کی ہو۔ علوم عقلیہ میں تو اختلاف ہی سے ترقی و وسعت ہوتی ہے۔ خود امام صاحبؒ نے کئی عقلی اور نقلی مسائل میں علمائے سلف سے اختلاف کیا ہے۔

علمائے دین کو چاہیے کہ آپ کے علوم کو سیکھیں، ان پر عمل کریں اور انہیں عامۃ المسلمین تک پہنچائیں تاکہ بعض حلقوں میں جو آپ کے خلاف الرجی موجود ہے وہ دور ہو۔

فقیر کے خیال میں آپ کے علمی کام سے بھی زیادہ اہم آپ کا محققانہ اور مجتہدانہ انداز بیان ہے۔ دور جدید کے علماء کو چاہیے کہ وہ بھی بقول علامہ اقبالؒ:

سے زمانے بار سطا آشنا باشش دے با ساز بیکن ہم نوایش
لیکن از مقام شاں گزر کن مشومگم اندریں منزل سفر کن

(جس پر امام صاحبؒ نے پورا پورا عمل کیا)

اندھی تقلید کی بجائے محققانہ انداز اپنائیں اور علوم نقلیہ کے حصول کی بھی مساعی کریں۔

ریاضیاتی علوم میں امام صاحبؒ کے کام کا تنقیدی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ یہ کام کوئی شخص واحد نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کا بیشتر کام فارسی اور عربی میں ہے اور جو علماء فارسی اور عربی میں مہارت رکھتے ہیں وہ اکثر ریاضی سے نا بلد ہیں اور جو حضرات ریاضی جانتے ہیں انہیں فارسی اور عربی زبانوں میں مہارت حاصل نہیں۔ سو ضروری ہے کہ اس کام کے لئے ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں دونوں طرز کے علماء شامل ہوں اور وہ مل جل کر کام کریں۔

ایسے بورڈ کی تشکیل اول تو حکومت اور یونیورسٹیوں کو کرنی چاہئے۔
اگر وہ نہ کر پائیں تو قوم کے مختیر حضرات کو اس طرف توجہ دینا چاہئے۔
آخر میں دعا ہے کہ رب کریم ہم سب کو امام صاحب کے نقش قدم پر
چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

پروفیسر محمد اسحاق بھٹی

ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

سابق ایڈیٹر "الاعتصام" و مستفت فقہائے ہند

فتاویٰ رضویہ ایک عظیم الشان فقہی ذخیرہ

فتویٰ نویسی کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جو زندگی کے آخری لمحات تک ان کی دلچسپی کا مرکز رہا، مختلف ممالک و اطراف سے سیکڑوں استفتاء آتے جن کا جواب نہایت ہی تحقیق سے لکھتے اور فتویٰ کو مدلل فرماتے ہوئے کتب فقہ کی عبارتوں کی عبارتیں بلا تکلف لکھتے چلے جاتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ماخذ کتب انھیں از بر تھیں، اگرچہ آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد تھے لیکن دیگر تمام ائمہ فقہ کے افکار و نظریات سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے۔ ان کے مطالعہ کی حدود بہت وسیع تھیں جن کی وجہ سے وہ نہایت ہی آسانی سے مسئلہ کی شد تک پہنچ جاتے تھے۔

فتاویٰ کی صورت میں ان کی فقہی مساعی "فتاویٰ رضویہ" کے نام سے بارہ ضخیم جلدوں پر محیط ہیں۔ یہ ضخیم جلدیں جہاں ہزاروں مسائل کی تحقیقات پر مشتمل ہیں وہاں وہ سیکڑوں علوم کو بھی اپنے دامن صفحات میں لئے ہوئے ہیں۔

اردو خواں حضرات کے لئے اس فقہی اور علمی ذخیرے سے استفادہ کو آسان بنانے کے لئے عربی عبارات کا ترجمہ اور حوالہ جات کی تحریر اور جدید انداز سے پیرابندی ضروری تھی۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یہ اہم خدمت رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے تحت سرانجام دی جا رہی ہے جس کا اہتمام والنصرام جناب مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی فرما رہے ہیں۔

تخریج و ترجمہ کا یہ کام کتاب الطہارت تک چار جلدوں میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ یہ چاروں جلدیں نہایت خوب صورت ہیں، جن کی کتابت، طباعت، کاغذ اور جلد اعلیٰ و معیاری ہے۔ خدا کرے یہ عظیم کام مکمل ہو سکے اور شائقین علم کے مطالعہ میں آسکے۔ آمین!

برصغیر پاکستان و ہندوستان کی سرزمین علم و فضل کے اعتبار سے بڑی سرسبز و

زرخیز ہے۔ ہر دور میں یہاں بے شمار ارباب فضل و اصحاب کمال پیدا ہوئے، انھوں نے بے پناہ علمی خدمات سرانجام دیں۔ قرآن مجید کی تفاسیر، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شروح سپر و قلم کیں اور فقہی مسائل پر مختلف انداز میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ چودھویں صدی ہجری میں جو حضرات بہت نمایاں ہو کر برصغیر کے میدان علم میں اترے ان میں مولانا احمد رضا بریلوی کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ ہر شعبہ علم اور ہر گوشہ تحقیق میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔

مولانا مذکور کثیر القضاہ عالم دین تھے اور ان کے معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا جس کی وضاحت متعدد حضرات نے اپنے مقالات و مضامین میں کی ہے، بلکہ بعض اصحاب تحقیق ان کی علمی خصوصیات پر کام کر رہے ہیں اور بعض حضرات نے اس سلسلہ میں مستقل کتب تصنیف کی ہیں جن میں مولانا کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے بلکہ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ملک و بیرون ملک اہم علمی مراکز میں مولانا پر کام ہو رہا ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا ان میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ علم فقہ سے متعلق انتہائی گہری اور دقیق نظر رکھتے تھے۔ اس فن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو درک و لطافت کی نعمت فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ انھوں نے چھوٹی عمر ہی میں

تحقیقاتِ نادہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلو پیڈیا

فتاویٰ رضویہ

صاحبزادہ سید نور شید احمد گیلانی، لاہور

بجملہ تعالیٰ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فتاویٰ کی
پہلی پانچ جلدیں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نہایت آسان و سادہ کے ساتھ شائع کر دی ہیں
جب کہ چھٹی جلد زیر طبع اور بقیہ پر کام جاری ہے

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

- عربی عبارات کے مقابل سلیس اردو ترجمہ
 - حوالہ جات کی بقید جلد و صفحہ و ناشر، تخریج
 - ابتدائیں مقدمہ اور ایک مقالہ امام احمد رضا مزج العلماء اور آخر میں مآخذ کا اضافہ ہے
 - آفیسٹ کتابت، اعلیٰ کاغذ، بہترین طباعت اور خوبصورت ڈاٹائی وارجلڈ
- بدیہ مکمل پانچ جلد - ۱۱۰۰ روپے

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈرون لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان فون: ۲۸۴۳۱۳

الحضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ

اب ڈھونڈا نہیں چسپرا بخ رُخ زیبائے کر

ایک آدمی اگر کوہ ہمالہ کی چوٹی پر کھڑا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی، خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہوں۔ اس لئے کوہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن وہی شخص اگر اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا، اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رانی کے دانے کے برابر سمجھے گا۔

کچھ اسی طرح کی صورت حال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالم اسلام کی عمیقی شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی اعظم حضرت فاضل بریلوی کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو۔ اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم، فاضل، مفتی، فقیہ، محدث، مفسر، متکلم، مصنف اور شاعر علوم و فنون کے کوہ ہمالہ پر کیوں نہ کھڑا ہو اور ہر ایک اُس کے سامنے ہونا اور ٹھٹھکانا کیوں نہ نظر آ رہا ہو مگر جب وہ اعظم حضرت فاضل بریلوی جیسے علم و فضل اور تحقیق و تصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا مذکور، وہ خود اپنے آپ کو بہت کوتاہ قامت اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے۔ اُن پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی ہے اور بڑے سے بڑے ادیب کی نوک قلم سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں، نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے اور نہ

قلم کی رکاب پاؤں میں، یک رخ آدمی بھلا کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے فکر و خیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے!

در اصل فاضل بریلوی کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے جس طرح اُسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیارنگ نظر پڑتا ہے، کسی سمت سے سنہری، کسی جانب سے نیلا، کسی طرف سے سرخ، کسی پہلو سے سبز، کسی زاویے سے نارنجی اور کسی گوشے سے آسمانی رنگ جھلکتا ہے۔ اعظم حضرت کو بھی آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل و نگاہ کی جاذبتیت کا سامان لئے ہوئے ہیں، اُن کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آجاتا ہے۔
کوئی تصویر نہ اُبھری تیری تصویر کے بعد
ذہن خالی ہی رہا کا سہ سائل کی طرح

تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، کلام، بیان، معانی، فلسفہ، منطق، مناظرہ، عقائد، ان میں سے ایک ایک شعبہ علم انسان سے پوری زندگی صرف کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن فاضل بریلوی کے ہاں تو ان روایتی اور قدیم علوم کے ساتھ ساتھ عقلی اور جدید علوم کا ذخیرہ نظر آتا ہے۔ اگر کوئی آدمی ایک بار اس ذخیرے میں قدم رکھ لے تو وہ زندگی بھر واپسی کا راستہ بھول جائے۔

علم الیکمیا سے علم الادویہ اور شماریات سے ارضیات اور جغرافیہ سے معاشیات تک ایک طویل اور وسیع سلسلہ ہے جس کی ایک ایک کڑی فاضل بریلوی نے اپنے ہاتھ سے سلجھائی اور سنواری ہے۔

ہم نے آج کے دور میں ایسے کئی نامور اہل دانش و صاحب علم دیکھے ہیں جنہوں نے چشمہ علم و دانش سے بمشکل دو گھونٹ بھرے اور انہیں اُبکا پیاں

شروع ہو گئیں۔ جی مسئلے لگا اور پیٹ میں قراقرظ اٹھنے لگے۔ کوئی تہجد کے جُھٹا
میں مبتلا ہو گیا، کسی نے اعتزال کی راہ اپنائی، کچھ نے دین کی نئے سرے سے
تہذیب و تشکیلات کا فریضہ سنبھال لیا، بعض اسلاف کے پورے اثاثہ فک کو
تیلی دکھانے پر تلی گئے، کئی ایسے بھی ہوئے کہ ہندی کی گانچھ لے کر پشپار بن بیٹھے،
اور وہ بھی ہیں جنہیں اپنی مٹی پر چلنے کا سلیقہ نہ آیا اور سنگ مرمر پر چلنے لگے جس
کے نتیجے میں قدم قدم پر پھسلنے لگے۔ مگر فاضل بریلوی پورا میخانہ علم و دانش
نوش جان کر کے لمحے بھر کو نہیں کھڑکھڑائے اور اپنی جڑوں پر جے رہے۔

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

علم کے دعویدار تو بے شمار نظر آتے ہیں مگر ناموس علم کے پاس دار بہت کم
ہوتے ہیں، علم ننگے والے لوگوں کی فرست تو بہت طویل ہے مگر اسے ہضم کرنے
والے بہت قلیل ہیں، اپنے علم کو بزم ناز کی زینت بنانے والے کسی دور میں
کم نہیں رہے مگر اپنے سرمایہ علم کو بارگاہ نیاز میں لٹانے والے دھونڈے سے غافل
ہوتے ہیں، محض علم چاہتا اور بات ہے لیکن فیض عشق بانٹنا چیز ہے دیگر با مکتب و مدرسہ
کی راہ کس نے نہیں دیکھی، مزہ تو جب ہے کہ آدمی گمراہ نہ ہو، کتاب کون نہیں پڑھ
سکتا لطف تو تب ہے کہ صاحب کتاب سے نسبت جڑی رہے۔ قلم و قرطاس سے
کون واقف نہیں، بات تو تب بنے کہ جان و دل حرف ناشناس معلم اور قرطاس
نا آشنا مرقی کے لئے وقف رہیں۔ بابا ذہین شاہ تاجی فرمایا کرتے تھے،

شیخ میخانے میں آنے کو مسلمان آیا
کاش میخانے سے نکلے تو مسلمان نکلے

ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ہاں یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ

ناموس علم کا پاس رکھنے والے تھے، ریاست نان پارہ کے والی کے ہاں ہونے والی
خصوصی تقریب پر مدحہ قصیدہ لکھنے کے بجائے اپنے آقا و مولا علی اللہ علیہ وسلم کی
نعت لکھ کر بھیج دیتے ہیں، اور نعت بھی وہ جس میں تغزل اپنے عروج پر ہے اور تعزین
بھی نقطہ کمال پر ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دوسرے بھی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پھر فرماتے ہیں،

کروں تیرے نام پر جہاں خدا، نہ بس ایک جاں وہ جہاں خدا
وہ جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروں جہاں نہیں

وہ جو عرب کے مایہ ناز شاعر فردق نے کہا تھا کہ شاعری میں بعض مقامات ایسے
آجاتے ہیں کہ سجدہ واجب ہو جاتا ہے تو فاضل بریلوی کا یہ شعر اُسی پائے کا ہے جہاں
ذوق اور وجدان کی پیشانی بے اختیار جھک جاتی ہے، اور اس نعت کا مقطع تو غضب
کا ہے جس میں اہل زر کی دولت پر طنز اور ستیہ لکھنوی کی دیروزہ گری پر فخر کا اظہار ہے
اور ساتھ ہی ساتھ مسند علم و فقر کا وقار ہے۔

کروں مدح اہل ذوق و دل رقصا پڑے اس بلا میں ہری بلا
میں گداہوں اپنے کیم کا، میرا وہین پارہ ناں نہیں

آج کل "عبقری" اور "نابغہ" کا لفظ بہت سستا ہو گیا ہے اور ہر تیسرا چوتھا
پڑھا لکھا آدمی خود کو عبقری اور نابغہ کہلوانے پر مہم ہے، اور علامہ ہونا تو ہر ایک کے
ہاتھ میں ہاتھ کا کھیل بن گیا ہے، جس کی بازار میں ذرا سی "یکری" ہو وہ عبقری بن جاتا
ہے اور جس کو معمولی سی "قوتِ ناطقہ" مل جائے وہ نابغہ ہو جاتا ہے حالانکہ سر
منڈوانے سے کوئی قلندر اور یونان میں پیدا ہونے سے سکندر نہیں بن جاتا۔ آداب

قلندری سے ہر شخص آگاہ نہیں ہو سکتا اور شان سکندری کا ہر فرد حامل نہیں ہوتا، اس لئے عبقری اور نابغہ صدی بھر میں دوچار ہی ہوتے ہیں اگر ان کی قطاریں لکھی شروع ہو جائیں تو ہر ڈھیلے کے نیچے سے ارسطو اور افلاطون ہی برآمد ہوں گے۔ صورت حال اگر اس طرح ہو تو کسان کھیتوں میں گاجر مٹی لگانے کے بجائے سقراط اور بقراط لگانا شروع کر دیں۔

بلاشبہ فاضل بریلوی عبقری عصر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے جن کی علمی تخلیقات سے استفادہ کرنے کے لئے بذات خود تخلیقی ذہن درکار ہے، روایتی ذہن تو چار قدم چل کر ہانپ جاتا ہے۔ میری بات پر اعتبار نہ آئے تو ان کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کر لیجئے، متن تو دور کی بات ہے فقط کتابوں کے نام سمجھنے کے لئے المجتبیٰ کتب لغت کی ہر وقت ضرورت لاتی رہتی ہے، مثلاً علم لوکارٹم، علم تفسیر، علم زیجات، علم ارثماطی، علم توفیق اور ٹریگنومیٹری پر ان کی تخلیقات پڑھئے اور سمجھئے والے لوگ اس خطے میں کتنے ہوں گے؟ شاید بڑی آسانی کے ساتھ انگلیوں پر گنے جاسکیں۔

فاضل بریلوی کی کوئی چھوٹی یا بڑی تصنیف ایسی نہیں ہے جس کا نام تاریخی نہ ہو، یہ بھی تو تخلیقی ذہن کا کرشمہ ہے۔ حیرت ہے کہ جنہیں اپنی تاریخ پیدائش تک یاد نہیں وہ اعلیٰ حضرت کے مندرجہ ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا کا لفظ ہم سب نے سنا پڑھا ہے جس کا معنی ہے "جامع العلوم"، وہ کتاب یا تالیف انسائیکلو پیڈیا کہلاتی ہے جس میں متعدد، متنوع اور متفرق علوم جمع کر دئے گئے ہوں۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ چلتی پھرتی اور سانس لیتی انسائیکلو پیڈیا تو فاضل بریلوی کی شخصیت ہے جنہیں پچیس اقسام علم پر قیام ازل نے دسترس عطا کر دی تھی۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدات ہمارے اس دعوے کا

ناقابل تردید ثبوت ہے۔

اگر کسی انجان آدمی کے سامنے فاضل بریلوی کی جملہ تصانیف رکھ دی جائیں جن سے ایک کو ٹٹا بھر جاتا ہے تو وہ یقیناً یہی سمجھے گا کہ حکومت کی طرف سے کروڑوں روپے کی گرانٹ پر چلنے والے کسی ادارے نے باقاعدہ بیسیوں اہل قلم کا بورڈ بٹھا رکھا ہے جن کے ذمے شب و روز تحقیق و تصنیف کا کام ہے اور وہ قلم کار غم جاناں اور غم دوراں سے بے نیاز ہو کر لکھنے کا کام کرتے ہیں، ہر طرح کی فراغت اور سہولت نے ان سے اتنی کتابیں نکھوائی ہیں، لیکن اُسی آدمی کو اگر یہ بتا دیا جائے کہ یہ کام کسی ادارے، کسی اکیڈمی، کسی بورڈ اور کسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے نہیں کیا بلکہ کتابوں کا یہ اثبات ایک ہی شخصیت کا تخلیقی شاہکار ہے تو اسے یہ ماننے کو ذہن بنانے کے لئے کئی ہفتے کا عرصہ درکار ہے، تب جا کر وہ سمجھ پائے گا کہ

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی لائق توجہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا اتنا بھاری جہم کام آدمی کے دماغ کا ریس نہ چڑھتا ہے، ہر وقت اُس کی رگیں پھولی رہتی ہیں، جہین شکن آؤد اور احساس کی دنیا گرہ آؤد ہو جاتی ہے، آدمی کہہ م کتابی بن کر رہ جاتا ہے، خشک موضوعات پر لکھتے لکھتے طبیعت پر خشکی کا لپ چڑھ جاتا ہے، ذوق و کیف کا عالم اس کے لئے ابھلی بن جاتا ہے، ایسے آدمی کے بارے میں یہ گمان بالکل یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی اس سے ذرا قریب ہو کر گزارا تو شاید وہ چھل جائے کیونکہ یہ تجربہ ہے کہ کتابی علم چنگ بھلے اور بانگ بھیلے آدمی کو جلا بھٹا اور کھردرا بنا دیتا ہے۔ علم کی طبیعت اور خشونت اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ لفظ بیچارے کا نپٹے اور حرف ہانپتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن فاضل بریلوی کو مبداء فیاض نے علم و فن اگر

منوں کے حساب سے دیا تو ذوق و عشق بحمد اللہ تنوں کی مقدار میں بخشا، ذوق غلامی رسول کا اور عشق ذاتِ مصطفیٰ کا۔ جب وہ سند افتاء پر ہوں تو بالغ نظر مفتی، حدیث پر پڑھا رہے ہوں تو عظیم محدث، فقہی مسائل پر بات کر رہے ہوں تو فقیہ اعظم، اور فنِ میراث زیرِ غور ہو تو ماہرِ علم المیراث دکھائی دیتے ہیں، اُن کی قامت پر ہر قبیلہ خوب سجتی ہے مگر جب وہ کوچہ نبی میں ہوں تو اُن کی شانِ گدائی پر دارا و سکندر کو رشک آنے لگتا ہے، جب وہ وقفِ ذکرِ رسول ہوتے ہیں تو وجدان درود پڑھنے لگتا ہے، جب اُن کے ہاتھ میں نعت کا کسکول ہوتا ہے تو فرشتے بھی یک مانگے کو قطار اندر قطار زمین پر اترتے دکھائی دیتے ہیں، جب اُن کے لبوں پر نامِ مصطفیٰ آتا ہے تو شہد کی بارش ہونے لگتی ہے، جب اُن کا موضوع سخن حضور کا چشمہ فیض ہوتا ہے تو ساغرِ دل چھلک چھلک جاتا ہے، جب یادِ حبیب کا چاند اُن کے دل کے آئینے میں اترتا ہے تو شبِ ہجران چمک چمک جاتی ہے، اور جب وہ اپنی شاعری میں کسبِ سرکار کا مضمون باندھتے ہیں تو غنچہ فن چٹک چٹک جاتا ہے۔ ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اس مرتبے کا شعر آپ کو کہاں ملے گا؟

عیش سے مژدہ بلیقہ شفاعت لایا

ظاہرِ سدرہ نشین مرغِ سلیمان عرب

فاضل بریلوی کو علم نے نک چڑھا اور زہد نے سر پھرا نہیں بنایا کہ گردن اکڑی رہے اور چہرہ سُکرا رہے، بلکہ اُن کا لہجہ انکسار کا غماز اور سوز کا ترجمان ہے کہتے ہیں،

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مُفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
میرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی تھوکر پہ نہ ڈال
مجھ سے سوا لاکھ کو کافی ہے اشار تیرا
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکمہ تیرا
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

فتاویٰ پر کام کرتے کرتے جب اُن کے قلم سے یہ اشعار نکلے ہیں تو حسد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں جس راہِ پل دے ہیں کوچے بسا دیے نہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اُس کا کتنا تم نے تو چلتے پھرتے ٹرے بھلا دیے ہیں
اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو جب یاد آئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں
اس نعت کے سامنے نعتِ الی کی اباحت شرمانے لگتی ہے، یہ اشعار ایک بار پڑھئے اور مگر بھر سُر دھنئے۔ فاضل بریلوی کی یہ نعت تو نغمہ زبور ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

خُن کھاتا ہے جس کے نک کی قسم وہ یلجِ دل آرا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی
جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

میرا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آج کے گنہگار گنہگار اور چھینا جھپٹ قسم کے دور میں عشقِ رسول کی سوغات بانٹنے کی ضرورت ہے، آج امریکہ اور یورپ ہماری اس ستار کو ٹوٹنے کی فکر میں ہے، کیوں کہ اُسے معلوم ہے کہ اُمتِ مسلمہ جب کہیں ڈوبے گی اُبھرے گی، جب کبھی ٹوٹ کر بٹے گی، گر کر اٹھے گی اور مرم کر جائے گی تو عشقِ رسول کے سہارے ہی اُبھرے گی، ذاتِ نبی پر جڑے گی، نظامِ مصطفیٰ پر اُٹھے گی اور یادِ حبیب سے چمکے گی۔

دولتِ درد اور متاعِ عشق کوئی معمولی چیز نہیں کہ جس کی حفاظت سے ہم غافل ہو جائیں، اس سے محرومی کا تلخ ذائقہ ہم یورپ سے پوچھیں، جس کے پاس سب کچھ ہے مگر اپنا آپ نہیں بچا، دل رہ گیا مگر دھڑکن نام کو نہیں،

آنکھیں سلامت ہیں مگر نور سے خالی، اور وجود باقی ہے مگر گرمی احساس سے
 محروم۔ آئیے ہم اپنی اس کمٹمنٹ کو حقیقت بنادیں۔
 اک عشق مصطفیٰ ہے اگر ہو سکے نصیب
 ورنہ دھڑا ہی کیا ہے جہانِ خراب میں

کتبہ محمد شریف گل